Fikr-o-Nasar (Islamabad) 35:1 (1997)

وسطی ایشیا اور اقبالؒ

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض☆

یہ نکتہ سرگذشت ملت بیضا سے ہے پیدا — کہ اقوام زمین ایشیا کا پاسباں تو ہے....
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا — لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا(۱)

براعظم ایشیا کئی اعتبارات سے دنیا کا اہم ترین خطہ زمین ہے۔ قدیم تہذیبیں اور مذاہب بیشتر اسی براعظم سے متعلق ہیں۔ بیشتر الہامی مذاہب اس خاک سے اٹھے۔ چند صدیوں سے براعظم یورپ اور اس کے بعد امریکہ تجربی اور سائنسی علوم میں بے شک آگے نکل گئے، مگر اکثر علوم و فنون کی داغ بیل ایشیا میں ہی رکھی گئی تھی۔ مسلمانوں کی عظیم اکثریت اسی براعظم میں رہتی ہے۔ اس براعظم کے کوئی پچاس ممالک میں سے بائیس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷۔۱۹۳۸ء) نے برصغیر کے مسلمانوں کی تعداد براعظم ایشیا کے جملہ مسلمانوں کی مجموعی تعداد کے نصف سے زیادہ بتائی تھی(۲)۔ یہ نسبت اب بھی قائم ہے۔ ایک دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ عالمی پیمانے پر مسلمانوں کی کوئی ایک ارب نفوس کی تعداد میں براعظم ایشیا کا حصہ تقریباً ۶۵ فی صد ہے۔ کائنات کا ہر گوشہ خالق کل کو عزیز ہے مگر ہمیں جن انبیائے کرامؑ کے کچھ حالات معلوم ہیں، ان میں کوئی غیر ایشیائی شاذ ہی ثابت کیا جاسکے گا۔ تاہم قرآن مجید کا بیان ہے کہ "خدائے تعالیٰ نے ہر قوم و ملت کو نبی و ہادی کے وجود سے مستفید کیا تھا(۳)۔ لہٰذا قرآن مجید میں مذکور سامی مذاہب کے انبیاءؑ کے علاوہ دیگر پیغمبروں کا وجود ممتنع نہیں قرار دیا جاسکتا۔ براعظم ایشیا بہر طور سارا ہی اہم ہے مگر ہر شے کے وسط و قلب کی طرح "وسطی ایشیا" کی خاص اہمیت توجہ طلب ہے۔ اس علاقے میں تہذیب اسلامی بہت اقدم سالوں سے ضیاء گستر رہی ہے۔ اسلامی تہذیب اور علوم و فنون کی اہمیت کے اعتبار سے وسطی ایشیا کی مرکزیت مسلم ہے۔ علامہ اقبالؒ اسی لئے بخارا و سمرقند تک اپنا پیغام بیداری پہنچ جانے سے فرحاں تھے۔

☆ ڈاکٹر ریاض مرحوم متوفی ۲۸ نومبر ۱۹۹۴ء اقبالیات اور فارسی زبان و ادب کے نامور اساتذہ کرام میں سے تھے۔ ان کی گراں قدر علمی و تحقیقی خدمات ان کے نام گرامی کو ہمیشہ تابندہ رکھیں گی۔ مرحومؒ نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل یہ مقالہ ہمیں عنایت فرمایا تھا، بوجوہ اس کی طباعت میں غیر معمولی تاخیر ہوئی۔ اللہ جل شانہ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ (مدیر)

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

میں بندہ ناداں ہوں، مگر شکر ہے تیرا رکھتا ہوں نہاں خانہ لاہوت سے پیوند
اک ولولہ تازہ دیا میں نے دلوں کو لاہور سے تاخاک بخارا و سمرقند
تاثیر ہے یہ میرے نفس کی کہ خزاں میں مرغان سحر خواں مری صحبت میں ہیں خورسند (۴)

دنیا بھر کے افکار، رجحانات اور جذبات کو غائر نظر سے دیکھنے والے صاحبان بصیرت لوگ علامہ اقبال کی ان آراء سے بآسانی اتفاق کریں گے کہ براعظم ایشیا کے لوگوں نے انسانی تہذیب و تمدن کو آگے بڑھایا ہے اور مجموعی طور پر اب بھی ان کے دلوں میں روحانیت اور نوع انسانی کی بہتری و بہبودی کے لئے جو جذبات موج زن ہیں، وہ مغربیوں یا دوسرے لوگوں کے ہاں مفقود الاثر معلوم ہوتے ہیں۔

اے کہ جاں را باز می دانی زتن سحر این تہذیب لا دینے شکن
روح شرق اندر تنش باید دمید تا بگردد قفل معنی را کلید....
سوز و ساز و درد و داغ از آسیاست ہم شراب و ہم ایاغ از آسیاست
عشق را ما دلبری آموختیم شیوہ آدم گری آموختیم
ہم ہنر ہم دیں ز خاک خاوراست رشک گردوں خاک پاک خاوراست
وانمودیم آنچہ بود اندر حجاب آفتاب از ما وما از آفتاب.....
بندہ مومن از و بہروز تر ہم بہ حال دیگراں دل سوز تر
علم چوں روشن کند آب و گلش از خدا ترسندہ تر گردد دلش (۵)

(ترجمہ) اے ایشیاؤ کہ تمہیں روح و جسم کا فرق معلوم ہو، اس (مغربی) لادین تہذیب کا جادو توڑ دو۔ اس تہذیب کے بدن میں مشرقی روح پھونکنا چاہیے تاکہ وہ حقیقت کے تالے کی کنجی بن جائے.... سوز و ساز اور درد و داغ ایشیا کا سامان ہے۔ یہ شراب ایشیا کی ہے اور جام بھی وہیں کا۔ عشق کو ہم (ایشیائیوں) نے دل ربائی سکھائی۔ آدم گری، انسانیت سازی کا طریقہ ہم نے ہی سکھایا۔ ہنر اور دین مشرق سے ہی متعلق ہیں۔ مشرق کی پاک سرزمین آسمان کے لئے باعث رشک ہے۔ جو کچھ پردے میں تھا، ہم مشرقیوں نے اسے نمایاں کردیا (منبع نور) آفتاب ہمارا ہے اور ہم اس کے..... مومن اس (سائنس) سے بہرہ مند ہوتا ہے تو دوسروں کا زیادہ ہمدرد بنتا ہے۔ سائنس اور علم جب اس کے وجود کو تابناک بناتے ہیں، تو وہ (سفاک بننے کے بجائے) زیادہ خدا ترس بنتا ہے....

اکتوبر ۱۹۱۷ء میں وسطی ایشیاء کو جابرانہ کمونسٹی نظام نے پابند سلاسل کردیا اور سوویت روس کا یہ تسلط کوئی پون صدی (۱۱ فروری ۱۹۹۱ء) تک برقرار رہا۔ اشتراکیت کے ملحدانہ اور منفی نظام کو کسی راست اندیش اور

متدین شخص نے حمایت نہیں کی لیکن چونکہ ابتدا میں سرمایہ داری کی مخالفت اور محنت کش مظلوم طبقہ کی حمایت میں اس نظام کے کارپردازوں نے بہت پروپیگنڈا کیا' لہٰذا زود حس افراد' ازا نجملہ علامہ اقبال نے اس نظام سے بہتری کی توقعات وابستہ رکھی تھیں۔ اشتراکیت کے بارے میں فکر اقبال کے نتائج کو اسی سیاق میں مطالعہ کرنا چاہیے۔ اشتراکیت کے انقلاب کے موقع پر زار روس اور شاہی خاندان کے افراد کو بہیمانہ طریقوں سے موت کے گھاٹ اتار آگیا۔ اقبال نے پیام مشرق میں اس منظر کو تبعاً" منعکس کیا اور زار کے فرضی عالمی ماتم کا استہزا کیا۔ ایک دلچسپ نظم میں انہوں نے لکھا کہ زار روس کی روح پلید کو ابلیس نے قریب جہنم تک پہنچایا تھا(۶) اس دور میں اقبال اس محنت کشانہ انقلاب کے برپا ہونے پر کافی مسرور تھے (۷)۔ بعد میں انہوں نے دیکھا کہ اشتراکی بھی ایک مستبد نظام کے ہی حامل ہیں لہٰذا وہ تند سے تند تر لہجے میں ان کے ناقد بنتے گئے۔

ایشیا اور یورپ کے دو براعظموں کے بہت بڑے خطے پر مشتمل سوویت روس کی وسیع و عریض کشور امریکہ کے ہم پلہ اور دنیا کی دوسری سپر پاور رمانی جاتی رہی۔ ۱۹۹۱ء کے اواخر تک حالات نے پلٹا کھایا اور اس میں شامل بیس کے لگ بھگ جمہوریاؤں میں سے آدھی نے جو عیسائی یا مسلم آبادیوں کی اکثریت پر مشتمل ہیں' اپنی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اب صرف جمہوریہ روس ایک سیاسی وحدت کے طور پر جس میں کوئی دس جمہوریتیں شامل ہیں۔ جمہوریہ روس' متحدہ سوشلسٹ ری پبلکس کی جانشین اور بین الاقوامی مفادات کے سلسلے میں اس کی وارث اور ضامن ہے مگر اب اس کی سپر پاور والی کیفیت باقی نہیں۔ کمونسٹ روس کا سلبی' جابرانہ اور تعلیمات نفی و انکار کا حامل نظام بمشکل پون صدی تک چل سکا۔ اسی سے عقل خود بیں' اور الہامی و بصری کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا۔

عقل خود بیں' غافل از بہبود غیر سود خود بیند نہ بیند سود غیر

وحی حق بینندہ سود ہمہ در نگاہش سود و بہبود ہمہ.....

غیر حق چوں ناہی و آمر شود زور ور بر ناتواں قاہر شود(۸)

یعنی خود غرض عقل انسانی' دوسرے کے فائدے سے غافل رہتی ہے۔ اسے اپنا فائدہ دیکھنے کی اہلیت ہے نہ دوسرے کے فائدے کی وحی الٰہی ہی سب کا مفاد دیکھتی ہے۔ اس کی نظر میں سب کا بھلا ہوتا ہے..... جب ماسوا اللہ امر و نہی کا کام کرنے لگے' تو طاقت ور کمزور پر مسلط ہو جاتا ہے۔

سیاسی و بصری (جہاں بینی) عملی سیاست اور حکم رانی (جہاں بانی) سے بھی مشکل کام ہے۔ جہاں بانی' دلبری اور دل جوئی کی حامل ہونی چاہیے۔ جبر و قہر کے ذریعے یہ بیل منڈے نہیں چڑھ سکتی اور سوویت روس کا زوال اسی حقیقت کا آئینہ ہے۔

جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی　　جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا(۹)
یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے　　کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہانبانی(۱۰)

مبصرین نے سوویت روس کے سقوط اور زوال کے اسباب میں اس "سپر پاور" کی بعض خود سریوں کا ذکر کیا ہے جیسے ہنگری پر اس کا ٹینکوں کے ذریعے حملہ (۱۹۵۶ء)' چیکوسلواکیا کے لوگوں کے حق خود ارادیت سے انکار (۱۹۶۸ء)' اسلحہ سازی کے لئے سنگین بوجھ برداشت کرنا' ایتھوپیا' جنوبی یمن اور کیوبا کے عسکری میزانیے پورے کرنا اور ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو افغانستان پر فوج کشی کرنا جہاں کی کوئی ۱۴ سالہ مسلح مزاحمت نے اس مقتدر حکومت کی بنیادی ہلا کر رکھ دیں۔ مگر دینی جہاں بینی کی رو سے سب سے بڑا سبب کمیونسٹی نظام کی غیر محکم اساس تھی۔ سرمایہ داروں کی نفی' کے ساتھ اس نظام کے کارپردازوں نے دین و ایمان اور خالق کائنات کی بھی نفی کر دی۔ زندگی کی اساس نفی کے بعد اثبات پر ہے (لا الہ الا اللہ)۔ اقبال نے جاوید نامہ (طبع اول ۱۹۳۲ء) میں روسیوں سے مخاطب ہو کر کہا تھا۔

کہنہ شد افرنگ را آئین و دیں　　سوئے آں دیر کہن دیگر مبیں
کردہ کار خداونداں تمام　　بگذر از "لا" جانب "الا" خرام
درگزر از لا اگر جویندہ　　تارہ اثبات گیری' زندہ
اے کہ می جوئی نظام عالمے　　جستہ اورا اساس محکمے؟(۱۱)

یعنی اے سوویت روس! مغرب کے طور طریقے فرسودہ ہو گئے۔ اس قدیم بت خانے کی طرف اب دیکھو تک نہیں۔ تم نے سارے معبودوں کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ (لا (نفی) سے گزر کر الا (اثبات) تک آؤ۔ اگر تم طالب ثبات ہو تو الا' سے آگے بڑھو۔ زندہ ہو تو اثبات (الا) کی راہ اختیار کرو۔ اے کہ تم نے ایک عالمی نظام کی تلاش شروع کر رکھی ہے' کیا تم نے اس کی خاطر کسی مضبوط بنیاد کی جستجو بھی کی ہے؟

۱۹۳۶ء میں پہلی بار شائع ہونے والی اپنی مثنوی 'پس چہ باید کرد "اے اقوام مشرق" میں اقبال نے اشتراکیت کو سرمایہ داری کے خلاف ایک شدید رد عمل بتایا۔ انہوں نے توقع ظاہر کی تھی کہ شاید اس نظام حیات کے کارپرداز "نفی" سے گزر کا "اثبات" کی منزل حاصل کر سکیں ورنہ غیر طبعی منفی نقطہ نظر ایک دن ان کے استیصال کا سبب بن سکتا ہے' اور ایسا ہو کے رہا۔

فکر او در تندباد "لا" بماند مرکب خود را سوئے "الا" نراند
آیدش روزے کہ از زور جنوں خویش را زیں تندباد آرد بروں
در مقام "لا" نیا ساید حیات سوئے "الا" می خرامد کائنات
لا و الا ساز و برگ امتاں نفی بے اثبات مرگ امتاں(۱۲)

(ترجمہ) روس کی فکر "لا" کے طوفان میں پھنس گئی۔ اس نے اپنا گھوڑا "الا" کی طرف دوڑایا ہی نہیں۔ شاید وہ دن آجائے جب وہ "زور جنون" سے اپنے آپ کو اس طوفان سے باہر نکال لائے۔ زندگی "لا" (نفی) کے مقام پر نہیں رکی۔ کائنات "الا" (اثبات) کی طرف حرکت پذیر ہے۔ نفی و اثبات قوموں کا سرمایہ حیات ہے (اور) بے اثبات نفی و انکار ان کی موت ہے۔

میراث اسلام

وسطی ایشیا کے ممالک اب نئے ناموں سے متعارف ہیں۔ شہروں کے نام بھی تغیر پذیر ہو چکے۔ یہاں کی میراث اسلام ہر نوع کے تاخت و تاراج کا شکار رہی مگر الحمد للہ اسلامی تمدن نے دیگر فتنوں کے مقابلے میں جس طرح مقاومت دکھائی تھی، یہاں بھی اس کی پائداری ایمان افزا رہی ہے۔ کمونسٹ انقلابیوں نے سیاسی جھوٹ، فریب کاری، فحاشی، علمائے سوء کے ذریعے دین و ایمان کے خلاف ہرزہ سرائی اور غیور علماء نیز آزادی خواہ افراد کے استیصال کے سارے وسائل استعمال کئے، مگر یہاں کے شجر اسلام کی بیخ کنی نہ ہو سکی۔

اسلام، ۲۲ ہجری (عہد فاروقیؓ) میں قلب ایشیا تک آپہنچا تھا۔ حضرت عتبہؓ بن فرقد اور حضرت بکیرؓ بن عبداللہ کی سرکردگی میں عرب شمالی آذربائیجان میں وارد ہوئے۔ عہد عثمانیؓ میں مسلمانوں نے وسطی ایشیا میں مزید پیش قدمی کی مگر یہاں اسلامی فتوحات کا نمایاں توسع ولید بن عبد المالک اموی کے دور میں ہوا۔ چنانچہ ۸۶ھ میں قتیبہ بن مسلم الباہلی کی سربراہی میں عسکر اسلامی نے دریائے آمو (جیحوں) پار کیا، اور جلد ہی بیکند، بخارا، سمرقند، خیوہ (خوارزم)، فرغانہ اور تاشقند (شاش) کے مناطق مسلمانوں کے تصرف میں آگئے۔ فاتح قتیبہ نے سمرقند کی وسیع و عریض مسجد تعمیر کروائی تھی۔

ضمناً ذکر کردیں کہ خلیفہ ولید کے عہد میں ۹۲ھ / ۷۱۰ء میں سندھ اور اندلس فتح ہوئے تھے۔ ۹۶ھ میں شہر کاشغر بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا اور یوں فاتحین مشرقی ترکستان (موجودہ سینکیانگ، چین) میں وارد ہو گئے۔ کوئی صدی ڈیڑھ صدی کے اثر و نفوذ کے بعد وسطی ایشیا میں مسلمان صاحب اقتدار بنے اور سامانی، غزنوی، سلجوقی، خوارزم شاہی اور ایلخانی وغیرہ ان کے معروف سلسلہ ہائے حکمران تھے۔ غزنویوں کا مستقر البتہ جنوبی ایشیا کا شہر غزنی میں رہا۔ ایلخانی چنگیز خان اور ہلاکو خان منگولیوں کے اخلاف تھے۔ منگولیوں نے ساتویں صدی

میں اسلامی مدنیت کو بہت نقصان پہنچایا مگر غازان خان (متوفی ۶۹۵ھ) کے اسلام لانے کے بعد یہ اس مدنیت کے مبلغ اور محافظ بن گئے۔ اقبال نے ان منگول تاتاریوں کی متاخر خدمات کا ذکر مثنوی رموز بیخودی (۱۹۱۸ء) میں اور اس سے قبل جواب شکوہ (۱۹۱۳ء) میں کیا ہے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے — پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے (۱۳)

سطوت مسلم بخاک و خوں تپید — دید بغداد آنچہ روما ہم ندید
تو مگر از چرخ کج رفتار پرس — زاں نو آئین کہن پندار پرس
آتش تاتاریاں گلزار کیست؟ — شعلہ ہائے او گل دستار کیست؟
شعلہ ہائے انقلاب روزگار — چوں بباغ مارسد گردد بہار (۱۴)

منگولی تاتاریوں یا ایلخانیوں سے ہی تیموری اور عثمانی (برصغیر میں مغل) سلسلے منشعب ہوئے۔ وسطی ایشیا میں مسلمان اٹھارہویں اور بعض منطقوں میں انیسویں صدی عیسوی تک صاحب اقتدار رہے۔ سیاسی نشیب و فراز سے قطع نظر، ان کا ہزار سالہ دور اقتدار بصیرت، رواداری، بیدار مغزی، جرات و شہامت اور رعایا کی فلاح و بہبودی کے امور کا غماز ہے۔ مسلمانوں کے پیشروان صفات کے ناقد تھے۔ اور اسی طرح ان کے جانشین بھی۔ علامہ اقبال نے اس تاریخی تناظر میں فرمایا ہے کہ مسلمان ہی براعظم ایشیا کی قیادت کے اہل ہیں اور ان کی وحدت سے ان مناطق کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ مسلمانوں کے پاس قابل قدر علمی سرمایہ ہے۔ اب وسطی ایشیا کے ترقی یافتہ مسلمان ممالک کے وسائل بھی انہیں میسر ہیں لہٰذا توحید کے تقاضوں کے مطابق وہ دین و علم کو مربوط کر کے اپنی لیاقت و شائستگی کا زیادہ بہتر نمونہ فراہم کر سکتے ہیں۔ اقبال کی الہام پروردہ نظموں، خضر راہ (۱۹۲۱ء) اور طلوع اسلام میں ہے۔

ربط و ضبط ملت بیضا ہے مشرق کی نجات — ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر
پھر سیاست چھوڑ کر داخل حصار دیں میں ہو — ملک و دولت ہے فقط حفظ حرم کا اک ثمر
ایک ہو مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے — نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر (۱۵)

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں' وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی' مکیں آنی' ازل تیرا' ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو' جاوداں تو ہے
یہی مقصود فطرت ہے' یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری' محبت کی فراوانی
بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی' نہ ایرانی نہ افغانی
یقین محکم' عمل پیہم' محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں' یہ مردوں کی شمشیریں
چہ باید مردارا؟ طبع بلندے' مشرب نابے
دل گرمے' نگاہ پاک بینے' جان بیتابے(۱۶)

وسطی ایشیا کی میراث اسلام کے اب زیادہ پنپنے کے آثار موجود ہیں کیونکہ یہاں صدیوں کا بلاخیز فتنہ اب دب چکا ہے۔ روسی فتنہ صدیوں سے جست و خیز کرتا رہا' اٹھارویں صدی میں وہ مجتمع ہونے لگا اور بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں وہ نئے موقف و مدعا سے ہمہ گیر بنا۔ اس کی زد میں مسلمان ہی زیادہ آئے تھے۔ بہر حال' منفی و ملحدانہ تصورات کا حامل یہ فتنہ کم از کم اپنے مولد وسطی ایشیا میں بسمل بلکہ مبتلائے مرگ ہے اور ایسے نظر آ رہا ہے کہ اسے دنیا بھر میں مرض بے درماں قرار دے دیا جائے۔

روزنۂ تاریخ سے

سوویت یونین کے دور میں نئے ناموں سے موسوم وسطی ایشیا کے پانچ مسلم ممالک ۱۹۹۱ء کے اواخر سے آزاد اور خود مختار ہوئے ہیں۔ ازبکستان' تاجکستان' ترکمانستان' اور قازقستان اور قرغیرستان۔ جنوب مغربی ایشیا کا ملک آذربائیجان آزاد خواہی (۱۹۹۰ء سے کوشاں) اور اعلان آزادی میں (اکتوبر ۱۹۹۱ء) ان ممالک کا پیشرو رہا۔ جنوبی ایشیا کا اہم ملک جمہوریہ اسلامیہ افغانستان' تو ۱۹۷۳ء سے جمہوریہ تھا' مگر ۱۹۷۹ء کے اواخر سے اس پر روس اور اس ملک کی مسلط کردہ وہ کٹ پتلی کمونسٹ حکومتوں کی عملداری تھی وہ بھی اس دوران استقلال نو سے بہرہ مند ہوا۔ یوں یہ ساتوں ممالک پاکستان' ایران اور ترقی کے ساتھ مل کر علاقائی معاشی ترقی کے دو گلنہ ارکان والے ادارے کے سرگرم رکن بن گئے ہیں اور اس ضمن میں اب تک جو اقدامات ہوئے ہیں' ان کے متوقع نتائج کا تصور ہی خوش آئند ہے۔ سب سے حوصلہ افزا امر یہ ہے کہ یہ دس ممالک زمینی' بحری اور ہوائی راستوں کے ذریعے بہتر طور پر رابطہ قائم کریں گے اور ان کے وسائل متبادلا" ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔ اگر کوئی ۳۰ کروڑ آبادی والے یہ دس ممالک مثالی اتحاد اور یگانگت سے بہرہ مند ہوں' تو ان کی مثال کئی دوسرے مسلمان ممالک کے لئے توجہ اور کشش کا سبب بن سکتی ہے۔ علامہ اقبال اس خاطر تورانیوں' عربوں اور بعض ہمسایہ ممالک جیسے ترکی' شام' عراق اور ایران کے اتحاد کو بھی ایک فال نیک گردانتے تھے کہ اس طرح شاید وسیع تر پیمانے کا اسلامی اتحاد قائم ہو سکے(۱۷) ان دس مسلمان ممالک کی معاشی ترقی کے علاقائی معاہدے

اور پیان کو بھی اس تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر رہے کہ گو ترکی کا کوئی ۵ فیصد براعظم یورپ میں ہے' مگر مجموعی طور پر یہ سارے ممالک مشرقی اور ایشیائی ہیں۔

روزنہ' تاریخ سے جھانک کر دیکھیں۔ ایشیائے وسطی کے ان ممالک کی بے حد اہمیت رہی ہے۔ چند تعارفی سطور لکھ دیں۔

۱۔ آذربائیجان: اس کی تاریخ ایران کے ساتھ مشترک رہی مگر ۱۸۲۸ء میں زار روس نے اس علاقے کو ایران سے الگ کروالیا۔ روسی آذربائیجان کا دارالحکومت باکو (بادکوبہ) کو قرار دیا گیا اور ایران کے صوبہ آذربائیجان کا صوبائی مرکز تبریز ہی رہا۔ ۱۹۲۰ء سے روسی آذربائیجان پر سرخ افواج قابض اور مسلط رہی ہیں۔ جمہوریہ' آذربائیجان جغرافیائی طور پر ایران اور ترکی سے وابستہ ہے۔ علاقائی معاشی ترکی کی تنظیم سے وابستہ ممالک اس جمہوریہ کے راستے ترکی اور یورپ و افریقہ کے ممالک کے ساتھ زمینی راستے سے منسلک ہو سکیں گے۔ یہ جمہوریہ قدرتی وسائل سے مالامال ہے خصوصاً" تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر اس میں باافراط موجود ہیں۔ یہ جمہوریہ اس وقت نگورنو کاراباغ' کے منطقے کے تملک کے مسئلے پر آرمینیا کے کے ساتھ برسرپیکار ہے۔ پاکستان اور اکثر مسلم ممالک اس کے جائز حق کے حامی ہیں۔

۲۔ افغانستان: پاکستان کا برادر اور عظیم ہمسایہ ہے۔ پاکستان کی اس کے ساتھ ۱۱۲۵ میل لمبی مشترک سرحد ہے۔ یہ پورا ملک خشکی پر مشتمل ہے اور اس کی جغرافیائی حیثیت کچھ ایسی ہے کہ پاکستان اس کے راستے ارضاً" دیگر ایشیائی اور ان سے ماورا ممالک کے ساتھ منسلک ہو سکتا ہے۔ اکتوبر اور نومبر ۱۹۳۳ء کے کوئی دو ہفتے علامہ اقبال' سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) اور ڈاکٹر راس مسعود (م ۱۹۳۷ء) وغیرہ نے افغانستان میں گزارے تھے۔ اس دوران حضرت علامہ کے زمینی سفر اور افغانستان کی جغرافیائی اہمیت کے بارے میں گفتگو کو سلیمان ندوی نے ضبط فرمایا ہے جو موجودہ سیاق میں بصیرت گستر ہے:

"....یورپ نے اپنی اس نئی ترقی میں اپنا سارا زور بحری طاقت پر صرف کیا اور ہر قسم کی تجارتی آمدورفت اور سیروسیاحت کے راستے دریائی رکھے اور اپنے ان ہی جہازوں کے ذریعہ سے مشرق کو مغرب سے ملا دیا لیکن اب یہ نظر آ رہا ہے کہ ان بحری راستوں کی یہ حیثیت جلد فنا ہو جائے گی۔ اب آئندہ مشرق وسطیٰ (سنٹرل ایشیا) کا راستہ مشرق و مغرب کو ملائے گا اور تری کی بجائے خشکی کا راستہ اہمیت حاصل کرے گا۔ تجارتی قافلے اب موٹروں' لاریوں' ہوائی جہازوں اور ریلوں کے ذریعہ مشرق و مغرب میں آئیں جائیں گے۔ اور چونکہ یہ پورا راستہ اسلامی ملکوں سے ہو کر گزرے گا اس لئے اس انقلاب سے ان اسلامی ملکوں میں عظیم الشان اقتصادی انقلاب رونما ہو گا اور اس وقت پہلے کی طرح پھر افغانستان کو دنیا کی شاہراہ بننے کا موقع ملے گا۔ اس کے لئے ابھی

سے اس کو تیاری کرنی چاہیے۔"

سڑکوں کی تعمیر کے کام پر بہت زور دیا اور فرمایا کہ آئندہ تجارتی آمد و رفت کے سلسلہ میں سنٹرل ایشیا اور افغانستان کی مرکزیت یقینی ہے...(۱۸) افغان وزیر اعظم سردار محمد ہاشم خان کے ساتھ گفتگو کے دوران علامہ اقبال نے کہا تھا: "اس ملک میں ریلوے کا جاری کرنا اس وقت تک مناسب نہ ہو گا جب تک یہ پورے طور پر طاقتور نہ ہو جائے۔"(۱۹)

اقبال کو افغانوں اور افغانستان کی بہبودی سے غیر معمولی دلچسپی رہی۔ وہ اس ملک کی حائلی کیفیت کی وجہ سے اس کے مستقبل سے خائف تھے(۲۰)۔ اس ملک کی برادر کشی اور اس کی منتشر وحدت سے بھی انہیں ملال رہا۔ قومی وحدت کے سلسلے میں انہوں نے نادر خان افغان (م ۹ نومبر ۱۹۳۳ء) کی کوششوں کے سلسلے میں اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:

"مسولینی نے ایک اچھا نظریہ قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اٹلی کو چاہیے کہ اپنی نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کروڑ پتی کو پیدا کرے جو اٹلی کے گریبان کو اینگلو سیکسن اقوام کے قرضوں کے چنگل سے چھڑا سکے یا کسی دوسرے دانتے کو پیدا کرے جو نئی جنت پیش کرے یا کسی نئے کولمبس کو حاصل کرے جو ایک نئے براعظم کا پتہ چلائے۔ اگر آپ مجھ سے افغانستان کی نجات کے متعلق سوال کریں تو میں کہوں گا کہ افغانستان کو ایک ایسے مرد کی ضرورت ہے جو اس ملک کو اس کی قبائلی زندگی سے نکال کر وحدت ملی کی زندگی سے آشنا کرے"(۲۱)۔

اقبال نے ایک دوسری تقریر میں افغان علمائے دین کی بہتر تربیت کو سراہا ہے جس کی وجہ سے وہ علمائے برصغیر کی طرح فروعی اختلافات میں الجھتے ہیں نہ سر پھٹول کرتے ہیں(۲۲)۔ وہ خوشحال خان خٹک (م ۱۱۰۰ھ / ۱۶۸۹ء) اور سید جمال الدین افغانی (۱۸۲۸۔۱۸۹۷ء) کی طرح وحدت افاغنہ کے زبردست داعی رہے ہیں۔ انگریزی ترجمہ کی مدد سے خوشحال خان کے اشعار کو اقبال نے اردو اور فارسی کا جامہ دیا ہے۔ ایک ترجمہ شدہ شعر ہے۔

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم   کہ ہو نام افغانیوں کا بلند(۲۳)

۱۹۲۳ء میں اقبال نے کتاب "پیام مشرق" شائع کروائی اور اسے افغانستان کے معاصر بادشاہ امان اللہ خان (م ۱۹۶۰ء) سے منسوب کیا۔ اس انتساب کی ایک وجہ اس بادشاہ کی وحدت ساز مساعی تھیں(۲۴)۔ اقبال تلقین کرتے ہیں کہ حب رسولؐ کی ترویج سے ملت کو متحد کیا جائے(۲۵)۔ ان کی خواہش تھی کہ افغانستان میں علوم و فنون کا عام تداول ہو اور اس ملک کے معدنی وسائل کشف کئے جائیں تاکہ اس سرمایے سے تعمیر ملت کا

کام لیا جائے۔

علم و دولت نظم کار ملت است　　علم و دولت اعتبار ملت است
آن یکے از سینہ احرار گیر　　واں دگر از سینہ کہسار گیر
دشنہ زن در پیکر ایں کائنات　　در شکم دارد گہر چون سومنات
لعل ناب اندر بدخشان تو ہست　　برق سینا در قہستان تو ہست(۲۶)

یعنی علم و ثروت سے قوم منظم ہوتی ہے اور ان ہی سے اس کا احترام ہوتا ہے۔ پہلے علم و ثروت (فنون) کو اپنے آزاد افراد کے سینے میں تلاش کریں اور دوسرے (سائنسی علوم) کو اپنے سلسلہ کوہسار میں اپنے ملک کے پیکر پر تیشے چلائیں۔ اس کے بطن میں مندر سومنات والے قیمتی ہیرے موجود ہیں۔ آپ کے بدخشاں میں خالص لعل ہیں اور سلسلہ کوہ میں برق سینا (روحانی جلوے) بھی۔

اہل افغانستان کوئی سوا دو سو سال سے آزادی و خود مختاری کی فضا میں جی رہے ہیں۔ انہوں نے حریت و شہامت کے علم اب تک بلند کر رکھے ہیں لہٰذا ان کے بارے میں اقبال کے حماسہ نما اشعار کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ۔

ملت آوارہ کوہ و دمن　　در رگ او خون شیراں موج زن
از حیات او حیات خاور است　　طفلک دہ سالہ اش لشکر گر است
از فساد او فساد آسیا　　در کشاد او کشاد آسیا
مرد میدان زندہ از اللہ ہو ست　　زیر پائے او جہان چار سوست
بندہ کو دل بہ غیر اللہ نہ بست　　می نواں سنگ از زجاج او شکست(۲۷)

(ترجمہ) افغان پہاڑ اور وادی میں منتشر ہیں۔ ان کی رگوں میں شیر مرداں کا خون رواں دواں ہے۔

ملت افغاں کی زندگی سے ہی ایشیا کی زندگی ہے۔ اس ملت کا دس سالہ طفل سپہ سالار بننے کا اہل ہے۔ ایشیا ایک خاکی پیکر جانیئے جس کا دل ملت افغان ہے۔ اس ملت کی خرابی سے ایشیا کی خرابی ہے اور اس کی بہتری سے ہی براعظم کی بہتری وابستہ ہے۔

مرد مومن ذکر حق سے زندہ ہے۔ یہ چار پہلو والا جہاں اس کے پاؤں کے نیچے (مسخر) ہے، جو کوئی غیر اللہ سے دل نہ لگائے اس کے شیشے سے پتھر توڑا جا سکتا ہے۔

افغانستان کے مشاہیر میں خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (م ۴۸۱ھ)، مولانا عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ)، بانی افغانستان احمد شاہ ابدالی درانی مدفون قندھار، حکیم سنائی غزنوی (م ۵۴۵ھ)، سلطان محمد غزنوی

(م ۳۸۹-۴۲۱ھ) اور سید جمال الدین افغانی مدفون کابل اور کئی دوسرے اقبال کے ممدوحین میں شامل تھے۔ قندھار اقبال کے لئے اس لئے بھی محترم تھا کہ وہاں کی جامع مسجد میں ایک خرقہ رسول اکرم کا تبرک محفوظ ہے۔ اس کی زیارت کے فیوض کو شاعر اسلام نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں بیان کر دیا ہے۔

سیناست کہ فاران است؟ یارب چہ مقام است ایں

ہر ذرہ خاک من چشمے است تماشا مست

یعنی قندھار کا یہ مقام خدایا کوہ سینا ہے یا وادی ناراں (مکہ مکرمہ) کہ تجلیات نے میرے وجود کے ہر ذرے کو ایک چشم بصیر بنا دیا)۔ اقبال ایک دوسری منزل کے مقطع میں اپنی بصیرت کو بخارا اور تبریز کے علاوہ مکتب کابل کے بزرگوں کا فیضان بتاتے ہیں۔

اگرچہ زادہ ہندم فروغ چشم من است

ز خاک پاک بخارا و کابل و تبریز (۲۸)

ازبکستان

آذربائجان کی آبادی ۷۵ لاکھ ہے۔ افغانستان کی تقریباً دو کروڑ مگر ازبکستان کی سوا دو کروڑ۔ یہ وسطی ایشیا کا اہم اور خاصا پیشرفتہ ملک ہے۔ یہ آمو (جیحوں) اور سیر (سیحون) دریاؤں کے وسطی علاقے کی سرزمین پر مشتمل ہے۔ قدرتی گیس' کوئلہ' لوہا' گندھک' سونا اور چاندی اس ملک کے خاص معدنی وسائل ہیں۔ چاول' کپاس' پٹ سن اور ریشم کی فراوانی نیز فولاد سازی کی پیشرفتہ صنعت' ۹۵ فیصد لوگوں کا تعلیم یافتہ ہونا' اس جمہوریہ کے خاص امتیازات ہیں۔ ازبک ترکوں کے نام سے منسوب اس جمہوریہ کا پہلا دارالحکومت تاشقند تھا اور ۱۹۳۰ء سے سمرقند کو یہ تشخص حاصل ہے۔ ان دو شہروں کے علاوہ اس جمہوریہ کے دیگر معروف مقامات میں بخارا' فرغانہ' خوقند' خیوہ یا خوارزم اور کورکانی شامل ہیں۔ اس ملک کے اہم ترمراکز ثقافت بخارا اور سمرقند سے مربوط ہیں۔ امیر تیمور کو مکانی (۲۹) (۷۷۱-۸۰۷ھ) نے خواجہ حافظ شیرازی (م ۷۹۲ھ) کے درج ذیل شعر سے معنوی معترض کیا تھا کہ بخارا اور سمرقند خال رخسار پر قربان کئے جانے کے قابل نہیں' یہ شہر تو بڑی شہامت دکھانے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ لگتے رہے۔

اگر ان ترک شیرازی بدست آرد دل مارا

بخال ہندویش بخشم سمرقند و بخارا را

اقبال روسی کمونسٹوں کے ان پر تصرف کے نوحہ خواں ہیں کہ اب مسلمانوں کے پاس سمرقند رہا نہ بخارا

بدست مانہ سمر قند و نے بخارا ایست

دعا بگوز فقیراں بہ ترک شیرازی(۳۰)

بخارا کی وسعت بنا امیر اسماعیل سامانی کی مرہون منت ہے۔ اس نے ماوراء النہر اور خوارزم فتح کر کے اس شہر کو مستقر بنایا اور اس کا مدفن بھی یہی ہے۔ (چوتھی صدی ھ/دسویں صدی عیسوی) اور سلاجقہ' خوارزمشاہیوں' منگولوں' تیموریوں اور شیبانیوں کا دارالحکومت یہی شہر رہا۔ سامانیوں سے کوئی صدی بھر پہلے سے اس شہر کو حضرت امام محمد بخاری (م ۲۵۲ھ) کے مدفن ہونے کی مناسبت سے تقدس حاصل ہو چکا تھا۔ یہاں وہ عظیم مسجد بھی موجود ہے جہاں حضرت امام حافظ محمد ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) درس دیا کرتے تھے۔

دارالحکومت سمرقند کی تاریخی اہمیت ہے اور اس وقت یہ بہت بڑا تجارتی مرکز بھی ہے۔ اسی شہر میں شاہزادہ الغ بیگ کی بنوائی ہوئی عظیم رصدگاہ موجود ہے۔ امیر تیمور اور اس کے جد چنگیز خان کی سفاکیاں مسلم مگر کمونسٹوں کے مظالم ان سے کہیں بڑھ کر تھے۔

علامہ اقبال نے بہر حال انہیں ملوکانہ جنون کے فصد کھولنے کے نشتر کہا اور یہ بہت حکیمانہ بات ہے۔

آن کس کہ بہ سر دارد سودائے جہانگیری	تسکین جنونش کن بانشتر چنگیزی(۳۱)
کرتی ہے ملوکیت آثار جنوں پیدا	اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز(۳۲)

امیر تیمور' ازبکستان کے قومی ہیرو قرار دیئے گئے ہیں۔ یہاں کے دیگر معاریف میں تیموران ہرات کے وزیر' ترکی اور فارسی کے مصنف اور مولانا عبدالرحمٰن جامی وغیرھم کے ممدوح و مربی امیر علی شیر نوائی (م ۹۰۶ھ) ہیں۔ سمرقند کی دو میں سے ایک یونیورسٹی ان کے نام سے موسوم ہے۔

سمرقند کا بڑا ادبی اور تاریخی حوالہ بہر طور امیر تیمور ہی ہے۔ اقبال نے ۱۹۲۲ء میں یہ تاثر دیا تھا کہ مدفن امیر تیمور والے اس شہر سے مخالف اشتراکیت تحریک اٹھنے کے امکانات ہیں۔ پھر اشتراکیوں کے مزید مظالم کے پھیلنے کا سدباب کس نے کیا تھا وہ خطرات الگ تھے۔

از خاک سمرقندے ترسم کہ دگر خیزد	آشوب ہلاکوئے' ہنگامہ چنگیزے(۳۳)
جنگ تیموری شکست' آہنگ تیموری بجاست	سربروں می آرد از باد سمرقندے دگر(۳۴)

(ترجمہ) مجھے خدشہ ہے کہ سرزمین سمرقند سے چنگیز کے مزید فتنے اور ہلاکو کے نئے آشوب برپا ہوں گے۔

تیمور کی بربط تو ٹوٹ گئی مگر اس کی آہنگ اور سرباقی ہیں۔ ساز سمرقند سے نئے نغمے نکلنے کی توقع ہے۔

اقبال کے ان شعروں کی تصدیق کی خاطر ایک طومار تحریر درکار ہے۔ سمرقندی جلاوطن اور حوالہ دار ہوتے رہے۔ اس شہر کی ۲۲ بڑی مساجد میں سے ۱۹۶۱ء میں صرف ایک مسجد طلحہ کھلی تھی(۳۵)۔ ازبک تاتاریوں پر سفر کی سخت پابندیاں عائد رہیں۔ وہ دیگر تاتاری و ترک آبادیوں والے داخل روس ممالک میں بھی

بمشکل آمدورفت کر سکتے تھے۔اس سیاق میں علامہ اقبال کو نظم 'تاتاری کاخواب' دیکھیں جس کی تعبیر ۱۹۹۱ء کے اواخر میں نمایاں ہو کے رہی۔اس میں روح امیر تیمور 'خدا سے استمداد کرتی ہے اور بقول اقبال۔ "افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر" اس معنی خیز قطعے کا متن حسب ذیل ہے۔

کہیں سجادہ و عمامہ رہزن　　کہیں ترسا بچوں کی چشم بیباک
ردائے دین و ملت پارہ پارہ　　قبائے ملک و دولت' چاک در چاک
مرا ایماں تو ہے باقی' و لیکن　　نہ کھا جائے کہیں شعلے کو خاشاک
ہوائے تند کی موجوں میں محصور　　سمرقند و بخارا کی کف خاک

بہ گردا گرد خود چند انکہ بینم
بلا انگشتری و من نگینم

یکایک ہل گئی خاک سمرقند　　اٹھا تیمور کی تربت سے ایک نور
شفق آمیز تھی اس کی سفیدی　　صدا آئی کہ میں ہوں روح تیمور
اگر محصور ہیں مردان تاتار　　نہیں اللہ کی تقدیر محصور
تقاضا زندگی کا کیا یہی ہے　　کہ تورانی ہو تورانی سے مہجور؟

خودی را سوز و تابے دیگرے دہ
جہاں را انقلابے دیگرے دہ(۳۷)

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اقبال نے مسلمانوں اور اقوام مشرق کو جو پیغام بیداری دیا ہے' وسطی ایشیا میں ان کے نمائندہ مخاطب اہل سمرقند قرار دیئے گئے ہیں۔اقبال کے معروف مستزاد "از خواب گران خیز" کا ایک بند ذیل کی صورت میں ہے۔

خاورہمہ مانند غبار سر راہے است　　یک نالہ خاموش و اثر باختہ آہے است
ہر ذرہ ایں خاک گرہ خوردہ نگاہے است　　از ہند و سمرقند و عراق و ہمدان خیز

از خواب گراں' خواب گراں' خواب گراں' خیز
از خواب گراں خیز(۳۸)

۴۔ تاجیکستان

یہ ایک بلند کوہستانی ملک ہے جس کا صرف سات فی صدی میدانی ہے۔یہاں افراد و احزاب کے سیاسی اختلافات اب خاصے دب چکے۔اس جمہوریہ میں عرب و عجم کے لوگ زیادہ رہتے ہیں جن کی زبان ترکی ہے یا

فارسی۔ آبادی کوئی ۶۰ لاکھ ہے۔ اس کا دارالحکومت شہر دوشنبہ ہے۔ اس کے معروف مقامات میں پامیر، بلخ، بلحاب، بدخشاں، خجند اور کوکاب (سابق ختلان) ہیں۔ نو ہزار فٹ یا اس سے زیادہ ارتفاع والے اس ملک میں بارش باافراط ہوتی ہے اور دریاؤں کی فراوانی ہے۔ پن بجلی بہت پیدا کی جاتی ہے اور مزید پیدا کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ پاکستان نے براہ افغانستان اس کی پن بجلی سے استفادہ کرنے کی ابتدائی معاہدے کر رکھے ہیں۔

تاجیکستان، ایران و افغانستان کے علاوہ فارسی زبان کے رواج کے سلسلے میں اہم ملک ہے۔ پاکستان کے شمالی علاقوں اور کشمیر کے مبلغ کبیر سید علی ہمدانی معروف بہ شاہ ہمدان (۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء-۷۸۶ھ/۱۳۸۵ء) اور علامہ اقبالؒ سے آشنا اور ان کے قدر شناس اس ملک میں خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ میر سبو میر شکر پامیری کی تاجیکی فارسی کی کتاب ”محمد اقبال“ کا اردو ترجمہ پاکستان اور بھارت میں شائع ہو چکا ہے۔ مصنف کمونسٹ دور میں جمہوریہ تاجیکستان کے صدر بھی رہے ہیں۔ حضرت علامہ کے مخالف اشتراکیت فارسی اشعار کی بینرز تاجیکستان کے کوچہ و بازار میں آویزاں کئے جاتے رہے ہیں مثلاً۔

صاحب سرمایہ، از نسل خلیلؑ   یعنی آن پیغمبر بے جبرئیلؑ
رنگ و بو از تن بگیرد جان پاک   جز تین کارے ندارد اشتراک
دین ان پیغمبر ناحق شناس   برمساوات شکم دارد اساس
تا اخوت را مقام اندر دل است   بیخ او در دل نہ آب و گل است

”سرمایہ“ (داس کیپیٹل) کتاب کا مصنف (کارل مارکس م ۱۸۸۳ء) ایک بے وحی پیغام آور (اور) یہود الاصل (سرمایہ پرست ذہن والا شخص) تھا۔ پاکیزہ روح جسم سے تازگی اور طراوت حاصل کرتی ہے مگر اشتراکیت کو صرف بدن سے واسطہ ہے۔ حق سے ناآگاہ اس پیغمبر کے دین کی اساس پیٹ کی مساوات پر ہے۔ اخوت انسانی کا مقام دل ہے، لہٰذا مساوات انسانی کی جڑ دل سے پھوٹے گی، نہ مساوات شکم سے۔

اخباری اطلاعات مظہر ہیں کہ اقبال کے مستزاد ”از خواب گراں خیز“ کو تاجیکستانیوں نے اپنا قومی ترانہ بنا رکھا ہے۔ اس کا ایک بند پہلے نقل ہو گیا۔ ایک مزید بند یوں ہے۔

این نکتہ کشائندہ اسرار نہاں است   ملک است تن خاکی و دیں روح و رواں است
تن زندہ و جان زندہ ز ربط تن و جان است   باخرقہ و سجادہ و شمشیر، خیز

از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز
از خواب گراں خیز

ترجمہ: یہ نکتہ چھپے ہوئے رازوں کو ظاہر کرنے والا ہے کہ ملک، خاکی جسم کی طرح ہے اور اس کی روح دین ہے

اور روح کے رابطے سے دونوں کی زندگی ہے۔ صوفیا کے خرقے' جانمازیں' شمشیریں اور نیزے لئے اٹھو.....

یہ بات کتنی خوش آئند ہے کہ اشتراکیت کو خیرباد کہنے والے ممالک دوبارہ دین و دنیا کے ارتباط کی باتوں پر متوجہ ہیں کیونکہ اقبال کے ہی بقول۔

نظام پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو　　جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

میر سید علی ہمدانیؒ شاہ ہمدان تو اقبال کے بھی ممدوح ہیں۔ اقبالؒ نے فرمایا

سید السادات' سالار عجم　　دست او معمار تقدیر امم

مرشد آن کشور مینو نظیر　　میر و درویش و سلاطین رامشیر

خطہ را آں شاہ دریا آستیں　　داد علم و صنعت و تہذیب و دیں

آفرید آں مرد ایران صغیر　　باہنر ہائے غریب و دلپذیر(۴۰)

۱۔ حضرت شاہ ہمدان' سادات میں سے عظیم (اور) ایرانی رہنما تھے۔ ان کا ہاتھ قوموں کی تقدیر بنانے والا تھا۔

۲۔ آپ جنت نظیر ملک کشمیر کے رہبر بنے (اور) وہاں کے امرا' فقرا اور بادشاہوں کے مشیر و مشاور رہے۔

۳۔ اس فیاض سید نے خطہ کشمیر کو علم و صنعت اور تمدن و دین سے مالامال کیا۔

۴۔ اس مرد حق نے دلپذیر اور نفیس فنون کی تداول سے کشمیر کو "ایران صغیر" بنایا۔

حضرت شاہ ہمدان نے دوران جوانی ختلان (موجودہ کولاب) میں نقل مکانی کی اور ۷۷۴ھ تک یہیں مقیم رہے۔ اس دوران انہوں نے ہم جوار مناطق میں تبلیغ فرمائی۔ ختلان میں ان کے موقوفات میں مسجد' خانقاہ' کتب خانہ اور مزار کے لئے مخصوص قطعہ زمین شامل تھے۔ ۷۷۴ھ میں انہوں نے وادی جموں و کشمیر کی طرف ہجرت کی اور ذی الحجہ ۷۸۶ھ تک جب ان کا مانسہرہ کے مقام نواں کوٹ پر انتقال ہوا وہ وادی مذکور نیز بلوچستان اور نواحی علاقوں جیسے کافرستان' میں تبلیغ و اصلاح اخلاق کے فرائض دیتے رہے۔ کولاب میں واقع ان کا اور ان کے خاندان کے افراد کا مقبرہ ایک معروف زیارت گاہ ہے۔ ان کے حوالے سے تاجکستان' اہل پاکستان کے ساتھ خاص احساس موانست رکھتے ہیں(۴۱)

۵۔۷ دیگر جمہوریتیں

وسطی ایشیا کی ایک جمہوریہ ترکمانستان ہے۔ یہ ترکمانستان ترکوں سے منسوب ہے۔ اسے بحر خزر (کیسپین) ایران سے جدا کرتا ہے اور اس کے مناطق میں مرو (موجودہ میری) نیز بخارا اور خوارزم کے دریائے جیحوں کے دائیں جانب والے حصے شامل ہیں۔ اس ملک کی آبادی چالیس لاکھ ہے۔ اس کے دارالحکومت

اشک آباد کو ۱۹۲۷ء تک پولٹایاسٹک موسوم کرتے رہے۔اس صحرائی ملک کے معدنی پتھر بہت اہم اور قیمتی ہیں۔

ایک دوسری جمہوریہ قاز قستان (قزا قستان) ہے۔یہ سوویت یونین کی دوسری بڑی جمہوریہ تھی جس کی آبادی کوئی پونے دو کروڑ ہے۔ اس کا دارالحکومت آلما آتا ہے۔ یہ جمہوریہ قازق یا قزاق ترکوں سے منسوب ہے۔ قازق یا قزاق ترکی میں شجاع اور سپاہی کے معانی میں ہے۔ مسلم اکثریت کی حامل یہ جمہوریہ ایک ایٹمی قوت ہے۔ دیگر صنائع کے علاوہ اس کی ایٹمی راکٹ سازی کی صلاحیت چشم گیر ہے۔ اس ملک میں بھی بارش باافراط ہوتی ہے' دریاؤں کا جال بچھا ہوا ہے اور ان پر بند باندھ کر نہریں نکالی گئیں اور وافر مقدار میں پن بجلی حاصل کی جارہی ہے۔

وسطی ایشیا کی پانچویں مسلم جمہوریہ قرغیرستان کہی جاتی ہے جسے کرغیرستان اور قرقیرستان لکھنا بھی معمول ہے۔ اس جمہوریہ کی آبادی ۴۵ لاکھ ہے اور دارالحکومت فرونزہ ہے۔ اس سرزمین میں پامیر اور تقشن کے جنوب مشرقی علاقے شامل ہیں۔ یہاں کے طغیان خیز دریاؤں پر بند باندھ کر نہریں نکالی گئی ہیں اور پن بجلی پیدا کی گئی ہے۔ یہاں کی معدنیات میں پارے' کوئلے' تیل' قدرتی گیس' سنگ خارا و مرمر اور یورینیم کو خاص اہمیت اور شہرت ہے۔ یہ جمہوریہ بھاری صنعتوں سے مالامال ہے(۴۲)

وسطی ایشیا کے بعض مشاہیر:

بحوالہ اقبال بعض مشاہیر سے اجمالی آگاہی ضروری ہے:

۱۔ امام شامل (م ۱۸۵۹ء)۔ آپ شمالی قفقاز کی تحریک جہاد کے صاحب عزیمت رہنما تھے۔ جنہوں نے ربع صدی تک زار روس کا مقابلہ کر کے مقام شہادت حاصل کیا۔

۲۔ اسماعیل گسپرائی (گسپر النسکی ۱۸۵۱۔ ۱۹۱۴ء)۔ تعلیمی مصلح تھے اور اسلامی تمدنی برتری کے داعی۔ انہوں نے تورانی ترکوں کی وحدت کی کوششیں کیں تاکہ اس طرح ایشیا اور دنیا کے تمام مسلمانوں کے اتحاد کا زمینہ فراہم کر سکیں۔

۳۔ مفتی عالم جان بارودی (۱۸۵۴۔ ۱۹۲۱ء)۔ علامہ اقبال نے ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ کے اس ادارتی نوٹ کو سراہا جو اس جوانمرد مجاہد کی وفات پر مدیر ماہنامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا تھا(۴۳)۔ عالم جان کازوں کے روستا میں بارود بنانے والے ایک کارخانے کے قریب کے رہنے والے تھے' اس لئے بارودی موسوم ہوئے۔ وہ رفاہی خدمات انجام دیتے رہے۔ وہ وزیر مذہبی امور رہے' قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور کبھی معلمی اور امامت مسجد کے امور بھی انجام دیئے۔ وہ ۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو فوت ہوئے جس دن اتفاق سے ترکی کے عظیم مفکر اور مصلح محمد سعید حلیم پاشا کو ایک سفاک ارمنی نے قتل کیا تھا۔

۴۔ موسیٰ جار اللہ (۱۸۷۵۔۱۹۴۹ء)۔ آپ بہت بڑے عالم دین تھے۔ ان کا تعلق شہر ازوف (جنوبی روس) سے تھا۔ وہ روس کے علاوہ برصغیر، ترکی اور مصر میں بھی معروف ہیں۔ وہ جوانی میں مصر گئے اور مفتی محمد عبدہ (م ۱۹۰۵ء) کے معاشر رہے۔ روس اور اس سے باہر وسطی ایشیا میں انہوں نے پیٹرز برگ، فرغانہ اور کاشغر نیز استنبول اور برلن میں مختلف علمی، معاشرتی اور سیاسی خدمات انجام دیں۔ ایران اور عراق کا سفر کیا۔ ایک دفعہ تقسیم ملک سے پہلے برصغیر آئے اور حکومت برطانیہ نے پشاور میں انہیں قید کر دیا۔ جلد ہی نواب بھوپال حمید اللہ خان کی وساطت سے رہا ہوئے تھے۔

موسیٰ جار اللہ روسی، جرمن، ترکی، فارسی اور عربی زبانیں بخوبی جانتے تھے۔ ان کی ترکی اور عربی میں سو کے قریب تصانیف ہیں جن میں تاریخ القرآن والمصاحف، حیات النبیؐ، القانون المدنی فی الاسلام، فاطمہ الزہراؓ اور الصیہونیہ معروف تر ہیں۔

۵۔ انور پاشا شہید (۱۸۸۱۔۱۹۲۲ء)۔ یہ ترک مجاہد آخری سالہائے زندگی میں سنٹرل ایشیا کی تاریخ کا جزو بن گئے۔ وہ ترکی کی انجمن اصلاح و ترقی کے رکن تھے اور پہلی عالمی جنگ کے دوران محمد سعید حلیم پاشا کی وزارت عظمیٰ کے دوران ان کی کابینہ میں وزیر جنگ رہے۔ جنگ کے نتائج ترکوں کے لئے حوصلہ فرسا ہوئے۔ انور پاشا، ترکوں کی ہزیمت کے مسبب مغربیوں سے انتقام لینے روس ہجرت کر گئے۔ وہاں وہ کمونسٹوں کی مخالف مسلمین سرگرمیوں سے آگاہ ہوئے۔ انہوں نے روس کے مختلف شہروں میں گزر کیا اور آخر دوشنبہ کو مرکز بنا کر انہوں نے ترکستانی مجاہدین کے ساتھ معاونت اختیار کر لی اور روسیوں کے خلاف اعلان جہاد کر دیا۔ آپ جہاد و قتال کی حالت میں ہی جمعہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ / ۴ اگست ۱۹۲۲ء کو (عید الاضحی کے دن) شہید ہوئے تھے۔

۶۔ احمد ذکی ولیدی طوغان (۱۸۹۰۔۱۹۷۰ء): طوغان بڑے عالم اور ادیب تھے۔ وہ گوزین (شکروستان) کے رہنے والے تھے اور روس کے علاوہ ترکی میں بھی معروف رہے۔ وہ کئی زبانیں جانتے تھے جیسے روسی، ترکی، عربی، فارسی، جرمن، اور انگریزی۔ انہوں نے کازان کی درسگاہوں اور یونیورسٹی میں پڑھایا۔ پھر وہ مجاہد آزادی بنے اور کچھ عرصہ انور پاشا کا ساتھ دیا۔ انہوں نے افغانستان، ایران اور ہند کے سفر کئے۔ بمبئی میں انہوں نے تصانیف اقبال حاصل کیں اور انہیں پڑھ کر افکار اقبال کے مداح بن گئے۔ بمبئی سے طوغان، فرانس، جرمنی اور رومانیہ اور ۱۹۲۵ء میں ترکی پہنچے۔ انہوں نے مصطفیٰ کمال سے ملاقات

کی اور ترک رہنما ان کی قابلیت اور مشوروں سے اثر پذیر ہوا۔ انہوں نے ترکی شہریت حاصل کرلی اور تدریس و تحقیقی کاموں میں منہمک ہو گئے۔ ان کی تصانیف کے علاوہ دائرۃ المعارفوں میں ان کے علمی مقالے قابل مطالعہ و حوالہ ہیں۔ دو مقالے پروفیسر میاں محمد شریف مرحوم کی مرتبہ دو جلدی' تاریخ فلسفہ اسلامی (انگریزی) میں شامل ہیں۔ طوغان ایک کانفرنس میں شرکت کرنے پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔ آپ ۲۶ جولائی ۱۹۷۰ء کو استنبول میں فوت اور دفن ہوئے۔ وہ واقعا" صاحب سیف و قلم شخص تھے۔ ان کی متاخر تحریروں میں اقبال کے بکثرت حوالے دیکھے جاسکتے ہیں(۴۴)

اقبال کی مخالفت اشتراکیت:

وسطی ایشیا کے تناظر میں اقبالیات کا ایک اہم و وسیع موضوع اقبال کی مدلل مخالفت اشتراکیت ہے۔ اس کی طرف یہاں جستہ و گریختہ اشارے ہی کئے جاسکتے ہیں۔ اقبال نے اشتراکیت کے کوئی بیس برس مشاہدہ کئے۔ ابتدائی دس برس اقبال نے اس نظام سے اظہار بیزاری اور نفرت تو کیا مگر وہ منتظر تھے کہ شاید محنت کشوں کے لئے یہ طرز عمل سرمایہ داری سے کچھ بہتر ثابت ہو مگر یہ امید موہوم ہی رہی۔

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا　　طریق کوہ کن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی(۴۵)

اقبال کی یہ خواہش بھی تھی کہ افغانستان اور وسطی ایشیا کے درمیانی منطقے میں کم از کم ایک غیر اشتراکی حکومت قائم ہو جائے جو کیمونزم کے فتنے کا افغانستان تک دباؤ کم کرے اور برصغیر ہند کی طرف اس کے بڑھ کر آنے کا سدباب کرے(۴۶)۔ اپنی نثر و نظم میں انہوں نے اس نظام کے الحاد پرورانہ رویے' غیر منطقی اور اخلاق سوزانہ رجحانات اور مادی مساوات کے دلائل کی مذمت کی۔ ان کے نزدیک اشتراکیت' ملوکانہ استبداد کی ہی ایک صورت ہے۔ مساوات شکم' انسان کے اعلیٰ و برتر مقام کی نفی ہے۔ محنت کشوں کی جس حمایت کا اشتراکی پرچار کر رہے تھے وہ زیادہ منظم اور محکم بنیادوں کے ساتھ قرآن مجید اور اسلامی تعلیمات میں منعکس ہے(۴۷)۔ انسان کے معاشی مسائل کا حل وہ ہی معقول اور منطقی معلوم ہوتا ہے' جسے اسلام نے پیش کیا اور اس دین کی تعلیمات کے نتیجے میں آسودہ اور مرفہ حال معاشرے کو صدیوں تک چشم فلک نے مشاہدہ بھی کیا ہے۔

دین آں پیغمبر حق ناشناس　　بر مساوات شکم دارد اساس
ہم ملوکیت بدن را فربہی است　　سینہ بے نور او از دل تہی است

ہر دورا جان نا صبحد و ناشکیب — ہر دویزداں ناشناس' آدم فریب
زندگی ایں را خروج آں را خراج — درمیان ایں دو سنگ آدم زجاج
تاندانی نکتہ اکل حلال — برجماعت زیستن گردد وبال
آہ یورپ زیں مقام آگاہ نیست — چشم او اینظر بنور اللہ نیست
اوند انداز حلال و از حرام — حکمتش خام است و کارش ناتمام
امتے بر امتے دیگر چرد — دانہ ایں می کارد آں حاصل برد
اے کہ می نازی بہ قرآن عظیم — تاکجا درحجرہ می باشی مقیم
درجہاں اسرار دیں را فاش کن — نکتہ شرع مبیں را فاش کن
کس نگردد درجہاں محتاج کس — نکتہ شرع مبین ایں است و بس(۴۸)

یعنی اس حق ناآگاہ پیغمبر (کارل مارکس) کے دین (اشتراکیت) کی بنیاد پیٹ کی مساوات پر ہے.... ملوکیت (سرمایہ داری) بھی بدن کے موٹاپے کی سی ہے۔ اس نظام کا بے نور سینہ دل سے خالی ہے..... دونوں نظاموں کی روح بے صبر و تحمل ہے۔ دونوں خدا ناآگاہ اور انسانوں کو دھوکہ دینے والے ہیں۔ اشتراکیت میں زندگی کی حرمت کا فقدان ہے اور سرمایہ دارانہ ملوکیت میں وہ ٹیکسوں سے وابستہ ہے (چکی کے) ان دوسنگی پاٹ کے بیچ میں انسان شیشے کی طرح پس رہے ہیں....

جب تک تو حلال روزی کا نکتہ نہ جانے گا' تیری قوم کی زندگی مصیبت بنی رہے گی۔ افسوس مغرب کے لوگ حلال کی اہمیت سے آگاہ نہیں۔ ان کی نگاہیں مومنانہ طور پر اللہ کے نور سے دیکھنے سے قاصر ہیں۔ مغرب حلال و حرام کے امتیاز سے بے خبر ہے اس لئے اس کی حکمت عملی اور فعلیت خام و نامکمل ہے۔ چنانچہ ایک قوم دوسری پر چڑھ دوڑ رہی ہے۔ فصل کوئی لگاتا ہے اور پیداوار سے کوئی دوسرا استفادہ کرتا ہے..... اے کہ تو قرآن مجید پر فخر و ناز کرتا ہے' کب تک تو خلوت کی کوٹھری میں بیٹھا رہے گا؟ تو دنیا میں دین کے راز عیاں کر اور اس واضح شریعت کے نکتے کو مزید نمایاں کر۔ شرع کا نکتہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص کسی دوسرے کا محتاج نہ بنے۔

علامہ اقبال نے اپنی آخری طویل نظم 'ابلیس کی مجلس شوریٰ ۱۹۳۶ء میں لکھی۔ اس سراپا تفکر نظم میں ابلیس و شیاطین مسلمانوں کے محروم یقین ہونے اور سرمایہ داری' یا اشتراکیت کو گلے لگائے رہنے پر خرسند ہیں۔ ابلیس مسرور ہے کہ مسلمان اصل مسائل حیات سے روگرداں ہیں مگر مستقبل کا دین عالم بننے کا استحقاق اسلام کے لئے ہی مشہود ہے' سرمایہ داری یا اشتراکیت یا دیگر مذاہب اور ازم' وسعت اور

جامعیت سے عاری ہیں۔

دست فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
مزدکی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو
کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوچہ گرد
یہ پریشاں روزگار، آشفتہ مغز، آشفتہ ہو
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
کرتے ہیں اشک سحرگاہی سے جو ظالم وضو
جانتا ہے، جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے
جانتا ہوں میں یہ امت حامل قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندہ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے یدبیضا ہے پیران حرم کی آستیں
چشم عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقیں
ہے یہی بہتر الہیات میں الجھا رہے۔
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں الجھا رہے

اقبال کا اعجاز شعری دیکھیں کہ انہوں نے صرف چار شعروں میں اسلامی نظام کی وہ خصوصیات بیان کیں جن سے اشتراکیت اور سرمایہ داری کے عنوانات کے حامل ابلیس کے اپنے نظام والے محروم ہیں۔ اقبال کا بیان بزبان ابلیس ہے۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبرؐ کہیں
الحذر آئین پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لئے
نے کوئی فغفور و خاقاں، نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب!
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں(۴۹)

ایشیائی اقوام کی رہبری اور جداگانہ تنظیم :

علامہ اقبال نے تاریخی وسائل کے تناظر میں ایشیا کے مسلمانوں کو اس براعظم کے مکینوں کی قیادت کا اہل بتایا ہے۔ مسلمان چوتھی تا بارہویں صدی ہجری/ چھٹی تا اٹھارویں صدی عیسوی تک وسطی ایشیا بلکہ اس پورے براعظم کے اکثر حصے پر حکمران رہے۔ اس لئے اقبال نظم طلوع اسلام (۱۹۲۳ء) میں ترکوں کی نشاۃ ثانیہ کا ذکر کرتے ہوئے جملہ مسلمانوں، خصوصاً" ایشائیوں کی خاطر حماسہ سرائی کرتے ہیں کہ۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تُو' زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی نام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں' وہ کارواں تو ہے
حنابندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمیؑ ہے' معمارِ جہاں تو ہے
گماں آباد ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی
جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیںؑ پیدا
یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے
ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے
پھر اٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولا نگہِ اطلس قبایانِ تتاری ہے(۵۰)

مشرق یا ایشیا اقبال کے لئے بالخصوص قابلِ توجہ تھے۔ پیامِ مشرق' کی اشاعت اول ۱۹۲۳ء سے قبل بھی صاحبانِ نظر کو احساس ہو گیا تھا کہ صدائے اقبال 'مشرق کی ایک موثر صدا ہے(۵۱)۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ صدا موثر ہوتی گئی۔ شاعر کو بھی احساس تھا کہ اس کی مرحلہ اول کی ماموریت یہ ہے کہ اکائی مشرق کو بیدار کرے۔

تہذیبِ نوی کار گہِ شیشہ گراں ہے
آدابِ جنوں' شاعرِ مشرق' کو سکھا دو(۵۲)
عطا ہوا خس و خاشاکِ ایشیا مجھ کو
کہ میرے شعلے میں ہے سرکشی و بے باکی(۵۳)

مشرقی رہبروں کی بعض سرگرمیوں کو انہوں نے نیک شگون سمجھا اور ان کی ہمت افزائی کی جیسے مثلاً مصطفیٰ کمال پاشا اتاترک' شاہ ایران رضا خان کے سلسلے میں ہے (مع نادر شاہ افغان شہید)۔

ربود آں ترکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را
صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہمسفر پیدا
ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی(۵۴)
آنچہ بر تقدیرِ مشرق قادر است
عزم و حزمِ پہلوی و نادر است
پہلوی آں وارثِ تختِ قباد
ناخنِ او عقدہ ایران کشاد(۵۵)

مگر چند سال بعد ان کے مغرب نواز اور نسلی رجحانات کے حامل اعمال اس مفکرِ اسلام کے لئے قابلِ تحمل نہ رہے۔

مرد صحرائی بایراں جاں دمید　　باز سوئے ریگ زار خود رمید
کہنہ را از لوح ما بسترد و رفت　　برگ و ساز عصر نو آورد و رفت
آہ احسان عرب نشناختستند　　از تش افرنگیاں بگداختند(۵۷)

مصطفیٰ کو از تجدد می سرود　　گفت نقش کہنہ را باید زدود
نو نگردد کعبہ را رخت حیات　　گرز افرنگ آیدش لات و منات
ترک را آئین نو در چنگ نیست　　تازہ اش جز کہنہ' افرنگ نیست(۵۸)

لادینی و لاطینی کس پیچ میں الجھا تو　　دارو ہے صحیفوں کا لا غالب الا ھو(۵۹)
"مشرق" کے عنوان سے "ضرب کلیم" میں ایک قطعہ یوں ہے۔

مری نوا سے گریبان لالہ چاک ہوا　　نسیم صبح چمن کی تلاش میں ہے
نہ مصطفیٰ نہ رضاشاہ میں نمود اس کی　　کہ روح مشرق بدن کی تلاش میں ہے ابھی
مری خودی بھی سزا کی ہے مستحق لیکن　　زمانہ دارو سن کی تلاش میں ہے ابھی(۶۰)
اقبال کی مشرقیت اور ایشیائیت کی نمائندہ ان کی کوئی سوا پانچ سو اشعار کی حامل مثنوی "پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق" ہے (طبع اول ۱۹۳۶ء)۔ کتاب کے عنوان والا باب بہت زوردار ہے مگر ساری ہی انقلاب پرور کتاب اہل مشرق کے ساتھ خصوصی دل سوزی کی مظہر اور غماز ہے۔

تیرہ خاکم را سراپا نور کن　　در تجلی ہائے خود مستور کن
تا بروز آرم شب افکار شرق　　بر فروزم سینہ احرار شرق
از نوائے پختہ سازم خام را　　گردش دیگر دہم ایام را
فکر مشرق آزاد گردد از فرنگ　　از سرود من بگیرد آب و رنگ(۶۱)
اقبال جاوید نامہ میں عارف ہندی کی اس نوید سے دل گرم اور خرسند ہو کر زمزمہ سنج ہوئے تھے کہ اہل مشرق کی بیداری اور آزادی کے آثار نمودار ہوئے ہیں۔

گفت ہنگام طلوع خاور است آفتاب تازہ او را در بر است
لعل ہا از سنگ راہ آید بروں یوسفان او زچہ آید بروں
رستخیزے در کنارش دیدہ ام لرزہ اندر کوہسارش دیدہ ام
رخت بندد از مقام آزری تاشود خوگر ز ترک بت گری
اے خوش آں قومے کہ جان او تپید از گل خود خویش را باز آفرید
عرشیاں را صبح عید آں ساعتے چوں شود بیدار چشم ملتے(۴۲)

ترجمہ: (فرشتہ) بولا کہ مشرق کے دامن میں نیا آفتاب ہے جس کے طلوع ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔ مشرق کے سنگ راہ سے لعل پیدا ہوں گے اور اس کے یوسف کنوؤں سے آنکلیں گے۔ میں نے اس کے پہلو میں قیامت کا ہنگامہ دیکھا اور اس کے پہاڑوں میں جنبش و حرکت۔ وہ آزری (بت گری/غلامی) کا سامان سمیٹ رہا ہے کہ غلام رہنے کی عادت چھوڑ سکے۔ کتنی مبارک ہے وہ قوم جس کی روح پر تپش ہوئی اور جس نے اپنی مٹی سے اپنے آپ کو دوبارہ پیدا کیا۔ جب کسی (غلام) قوم کی آنکھ بیدار نظر آئے تو اہل آسماں کے لئے وہ لمحہ عید کی صبح کا سا ہوتا ہے۔ اس خرسندی کی بازگشت اس مثنوی میں بحوالہ رومی دیکھی جاسکتی ہے۔

گفت جانہا محرم اسرار شد خاور از خواب گراں بیدار شد
جذبہ ہائے تازہ او را دادہ اند بندہای کہنہ را بکشادہ اند
جز تو اے دانائے اسرار فرنگ کس نکو ننشست در نار فرنگ
باش مانند خلیلؑ اللہ مست ہر کہن بت خانہ باید شکست
امتاں و زندگی جذب دروں کم نظر ایں جذب را گوید جنوں

یعنی رومیؒ نے کہا کہ نفوس اب رازدان ہو چکے ہیں۔ مشرق گہری نیند سے بیدار ہو چکا۔ اسے (غیبی ہاتھوں نے) تازہ جذبے دیئے (اور اس کی) پرانی بیڑیوں کو کھول دیا ہے۔ اے مغربیوں کے رازوں کے آگاہ! تیرے علاوہ کوئی دوسرا ان کی آگ میں ثبات کے ساتھ نہیں بیٹھ سکا۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی طرح مست اور سرگرم رہو۔ ہر پرانے بت خانے کو توڑ دینا چاہیے۔ قوموں کی زندگی باطن کے جذب و مستی سے عبارت ہے۔ بے بصیرت شخص البتہ اس جذبے و مستی کو دیوانگی قرار دے دیتا ہے۔

اقوام مشرق و ایشیا کے لئے اقبال البتہ ایک جداگانہ انجمن قائم کرنے کے آرزومند رہے' اور اس

آرزو کا اظہار اب تک کوئی قصہ پارینہ نہیں بنا۔ اقبال موجودہ اقوام متحدہ کے پیشرو ادارے انجمن اقوام (لیگ آف نیشنز) کے سخت ناقد اور مخالف تھے۔ مذکورہ انجمن پہلی عالمی جنگ کے بعد تشکیل پائی۔ طاقتور ممالک کا اس پر خاص نفوذ تھا۔ اقبال نے اس ادارے کو "صلح عام کا بت خانہ" اور "کفن چوروں کی انجمن" بتایا۔

این بوالہوس صنم کدہ صلح عام' ساخت　　رقصید گرد اوبنوا ہائے چنگ و عود
دیدم چو جنگ پردہ ناموس او درید　　جز "یسفک الدماء(۶۳) خصیم مبین نبود

برفتد تاروش رزم دریں بزم کہن　　درمندان جہاں طرح نو انداختہ اند
من ازیں بیش ندانم کہ کفن وزدیے چند　　بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند(۶۴)

ترجمہ: ابوالہوس انسان نے صلح عام کا ایک بت خانہ' بنایا (اور) اس کے گرد بربط اور دف نماسازوں کے ساتھ رقص کرنے لگا۔ (مگر) جب جنگ نے اس کا پردہ ناموس چاک کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ (قرآن مجید کے فرمان کے عین مطابق) خون بہانے والا' صریح جھگڑالو' سے سوا کچھ نہ تھا۔ اس پرانی محفل (دنیا) میں تاکہ جنگ کی روش کو ختم کیا جائے' اس خاطر دنیا کے ہمدردوں' نے ایک بنیاد رکھی (انجمن بنائی) ہے۔ میں تو اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ چند "کفن چوروں" نے قبروں کی بانٹ کی خاطر ایک "انجمن" بنائی ہے۔

چنانچہ انہوں نے دو معاصر مسئلوں پر ارکان انجمن کی کھل کر مذمت کی۔ ایک مسئلہ حبشہ پر اٹلی کے حملے سے پیدا ہوا (اگست ۱۹۳۵ء)۔ آمر اطالیہ مسولینی کی کھلم کھلا جارحیت کے خلاف انجمن کفن دزداں نے چپ سادھ لی۔ اقبال نے اس موقع پر اردو اور فارسی اشعار میں اپنے شدید رد عمل کا اظہار کیا اور اقوام عالم کو ایک بہتر اور موثر ادارہ و انجمن قائم کرنے پر توجہ دلائی۔

یورپ کے کرگسوں کو نہیں ہے ابھی خبر　　ہے کتنی زہرناک ابی سینیا کی لاش
ہونے کو ہے یہ مردہ' دیرینہ قاش قاش
تہذیب کا کمال شرافت کا ہے زوال　　غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش
ہر گرگ کو ہے برہ معصوم کی تلاش
اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ　　روما نے کر دیا سربازار پاش پاش
پیر کلیسیا! یہ حقیقت ہے دل خراش(۶۵)

(قطعہ ابی سینا' ۱۸ اگست ۱۹۳۵ء)

زندگانی ہر زماں در کشمکش عبرت آموز است احوال حبش
شرع یورپ بے نزاع قیل و قال برہ را کرد است برگرگاں حلال
نقش نو اندر جہاں باید نہاد از کفن وزداں چہ امید کشاد
درجنیوا چیست غیر از مکر و فن؟ صیدتو ایں میش وآں نخچیر من
نقشے از جمعیت خاور فگن واستاں خود رازدست اھرمن(۶۶)

دوسرا واقعہ فلسطین کے قلب میں اسرائیل کے بذر خبیث بونے کی کوششوں کے سلسلے میں ہے جب اقبال نے انگلستان اور فرانس کو متنبہ کیا تھا کہ نام نہاد عالمی ادارے کے امور میں بڑی طاقتوں کی مداخلت کے نتیجے میں اقوام مشرق اپنی ایک متوازی اور جداگانہ انجمن کی تشکیل کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے(۶۷)۔ کتاب "ضرب کلیم" میں علامہ مرحوم نے انجمن اقوام مشرق کا مرکز تہران بتایا تھا جو جغرافیائی اعتبار سے تقریباً ایشیا کے جنوبی وسط میں واقع ہے اور تمام اقوام مشرق کو اس کی مرکزیت سے ظاہراً اتفاق ہو سکتا ہے۔

پانی بھی مسخر ہے ہوا بھی ہے مسخر کیا ہو جو نگاہ فلک پیر بدل جائے
دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے
تہران ہو گر عالم مشرق کا جنیوا شاید کرہ ارض کی تقدیر بدل جائے

بہرحال' علامہ اقبال کی یہ تجویز اب بھی توجہ طلب ہے کہ مشرق کے لوگ اپنے مسائل کے حل کرنے پر خود متوجہ ہوں اور پھر وہ عالمی سطحوں کی باتوں کے سلسلے میں دوسرے براعظموں کے مکینوں سے تعرض کر سکتے ہیں۔ بحالت موجودہ اقوام متحدہ' کمزور اقوام کے مسائل حل کرنے میں اسی طرح بے بس ہے جس طرح کبھی اس کا پیشرو ادارہ جمعیت اقوام رہا ہے۔ اقبال بلاامتیاز سارے عالم کی بہبودی کے لئے کوشاں رہے۔

مشرق سے ہو بیزار' نہ مغرب سے حذر کر فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر(۶۸)

تاہم مظلوم و استعمار زدہ مشرقی اقوام کے لئے انہیں یہ خصوصی پیغام بیداری دنیا ہی تھا کہ ملل ایشیا اپنے حقوق کے حصول کے لئے زیادہ سرگرمی دکھائیں۔ البتہ اقبال کا بلند تر اسلامی ہدف یہی تھا کہ انسانوں کی وحدت قائم ہو اور اقوام کی انجمنیں اور جمعیتیں' ہی نہ بنتی رہیں "مکہ" اور جنیوا کے عنوان کا ایک تین شعری قطعہ عالمی اخوت انسانی کے اسلامی تصور کو بخوبی نمایاں کرتا ہے۔

اس دور میں اقوام کی صحبت بھی ہوئی عام　　پوشیدہ نگاہوں سے رہی وحدت آدم
تفریق ملل حکمت افرنگ کا مقصود　　اسلام کا مقصود فقط ملت آدم
مکے نے دیا خاک جنیوا کو یہ پیغام　　جمعیت اقوام کہ جمعیت آدم؟(۶۹)

نظم طلوع اسلام میں اقبال نے اس تصور کو مسلمانان ایشیا و عالم کے اتحاد کے پیغام کے ساتھ مرتبط کیا تھا کیونکہ جن ہم عقیدہ افراد میں عمل کی یکسانیت اور معنوی اخوت نہ ہو' ان کا عالمی پیمانے پر دعوت اخوت دینا ایک مضحکہ خیز کام متصور ہو گا۔

یہی مقصود فطرت ہے' یہی رمز مسلمانی　　اخوت کی جہانگیری' محبت کی فراوانی
بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا　　نہ تورانی رہے باقی' نہ ایرانی نہ افغانی
تو رازکن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا　　خودی کا رازداں ہو جا' خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو　　اخوت کا بیاں ہو جا' محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی' وہ خراسانی' یہ افغانی' وہ تورانی　　تو اے شرمندہ ساحل' اچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودہ' رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے　　تو اے مرغ حرام اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا
ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی　　نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر ساز فطرت میں نوا کوئی(۷۰)

حاصل بحث

براعظم ایشیا تہذیبوں' تحریکوں اور علوم و فنون کے منشاء ہونے کے اعتبار سے بے حد اہم رہا ہے۔ اس کے اطراف و جوانب کی طرح اس کا وسطی حصہ بھی اہم ہے۔ یہ منطقہ صدیوں تک مسلم قلمرو کا جزو رہا مگر یکم اکتوبر ۱۹۱۷ء کے اشتراکی انقلاب نے "خون مسلم کی مانند آب ارزانی" کرتے ہوئے اسے لالہ ہائے نعمانی' کا داغکدہ بنائے رکھا۔ یہ صورت حال کوئی پون صدی کے بعد بدلی جب خطے کے کچھ آزاد و خودمختار مسلمان ممالک نمایاں ہوئے اور اقبال کی پیش بینی کے مطابق براعظم کے دیگر سینہ چاک بھائیوں سے آملنے لگے ہیں۔

آملیں گے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک　　بزم گل کی ہم نفس باد صبا ہو جائے گی
(شمع اور شاعر)

اقبال ملت اسلامیہ کے حدی خواں اور حماسہ سرا تھے۔ انہیں براعظم ایشیا سے اس لئے خصوصی وابستگی نہ تھی کہ وہ ان کا موطن و مولد تھا۔ ایشیا دینی اور تمدنی اعتبار سے اہم تر براعظم ہے۔ اس میں

مسلمانوں کی اکثریت رہتی ہے اور ایک دو صدیوں سے مغربی ترقی یافتہ اقوام نے اسے استعمار' استحصال اور استثمار کی آماجگاہ بنائے رکھا' اس لئے اس کی حمایت میں آواز اٹھانا' شہامت اور جوانمردی کا تقاضا بھی تھا۔ اقبال نے اسی لئے ایشیائیوں کی حماسہ سرائی ہی نہ کی' انہیں میدان مبارزہ میں بلانے کے لئے رجز خوانی بھی کرتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ اخلاقی اور فکری انحطاط کے اس دور میں بھی اہل مشرق (ایشیائی) مغربیوں کے مقابلے میں خاصے روحانیت دوست اور مادیت سے متنفر ہیں۔

اسلامی نظام حیات' علامہ اقبال کا مطلوب و مقصود تھا۔ اس اعتبار سے انہوں نے سرمایہ داری کے علاوہ اشتراکیت کی بھی مخالفت کی۔ اشتراکیت کا الحاد اور بھی قابل بغض و نفرت تھا۔ اس اعتبار سے اقبال وسطی ایشیا' کے کمیونزم یا اشتراکیت کے فتنے سے مجموعی طور پر بہت متوحش رہے۔ وہ آرزومند رہے کہ یہ فتنہ برصغیر کی مرز و سرحد بلکہ افغانستان کی قلمرو سے بھی دور تر رکا رہے ورنہ یہاں کے لوگوں کو انگریزی استعمار اور روسی جبر و استیلاء کا بیک وقت مقابلہ کرنا مشکل ہو گا۔ اشتراکیت بہرطور ان کی نظر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی تاریخی مخاصمتوں اور جنگوں سے بڑھ کر ایک فتنہ تھا اور اس کا موسس اتفاقاً "ایک یہودی فتنہ اندیش تھا۔

من از ہلال' و چلیپا دگر نیندیشم — کہ فتنہ دگرے در ضمیر ایام است (زبور عجم ج ۲)

وہ یہودی فتنہ گر' وہ روح مزدک کا بروز — ہر قبا ہونے کو ہے اس کے جنون سے تار تار

(ارمغان حجاز حصہ اردو)

وسطی ایشیا کے اسلامی ورثے اور یہاں کے علماء و دانشمندوں کی علمی رہنمائی سے استفادہ مزید کرنے کی کوشش کرنا' اقبال کا ایک اہم ہدف رہا ہے۔ اس سلسلے میں اورینٹل کانفرنس لاہور منعقدہ ۱۹۲۹ء میں ان کا وہ خطبہ صدارت قابل توجہ ہے جسے اکتوبر ۱۹۲۹ء میں سہ ماہی اسلامک کلچر دکن نے بھی شائع کیا تھا۔ وسطی ایشیا کے دانشوروں میں ابو نصر فارابی (م ۳۳۹ھ) بو علی ابن سینا (م ۴۲۸ھ)' علامہ جار اللہ زمخشری (م ۵۳۸ھ) اور موسیٰ الخوارزمی وغیرھم کے اسماء علم و دانش کے عروج کے مظہر ہیں۔

اقبال مسلمانان عالم کے اتحاد کے زبردست اور ان تھک داعی رہے۔ ایرانی دانشور ڈاکٹر علی شریعتی (م ۱۹۷۶ء) نے بجا لکھا ہے کہ اقبال کی نثر و نظم نے اس موضوع کو دلپذیر اور جامع بنا دیا ہے۔ اقبال کا پیغام اتحاد ظاہر ہے کہ پہلے ایشیا میں زیادہ توجہ کا مرکز بنا اور اب وہ عالمگیر ہونے لگا ہے۔ اقبال نے دعوت اتحاد کی بنیاد وحدت افکار و احساسات پر رکھی جن کے نمائندہ عناصر عقیدہ توحید اور جذبہ عشق رسولؐ ہے۔

یک شو و توحید را مشہود کن　　غائبش را از عمل موجود کن
(مثنوی ر۔ب)

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے　　دہر میں اسم محمدؐ سے اجالا کر دے
(جواب شکوہ)

اقبال کے دور حیات میں "لیگ آف نیشنز" یا جمعیت اقوام تشکیل پذیر ہوئی (۱۹۱۹ء) جس میں ایشیائیوں یا اقوام مشرق کی آواز نحیف تر کر دی گئی تھی۔ اقبال اقوام مشرق کی نئی عالمی تنظیم چاہتے تھے۔ اب تو مسلمان ممالک بھی قوت و تعداد اور وسائل و استعداد میں ایسے ہیں کہ وہ عرب لیگ، ممالک خلیج کی انجمن، معاشی ترقی کی تنظیم اور بالخصوص اسلامی ممالک کے مرکزی ادارے وغیرہ کے نئے متحدہ انصرام سے اپنی عالمی جمعیت بنا کر اسے تسلیم بھی کرا سکتے ہیں۔ اس قسم کی جملہ مساعی سے علامہ اقبال کے سے ملت کے بہی خواہ مفکرین کی روحیں پر سرور ہوتی رہیں گی کیونکہ ان کے پیغام و داد کے اجزائے ترکیبی ایقان، امید اور سربلندی تھے۔

قسمت عالم کا مومن کوکب تابندہ ہے　　جس کی تابانی سے افسون سحر شرمندہ ہے
آشکارا ہیں مری آنکھوں پر اسرار حیات　　کہہ نہیں سکتے مجھے نومید پیکار حیات

یاس کے عنصر سے ہے آزاد میرا روزگار
فتح کامل کی خبر دیتا ہے جوش کارزار

(نظم "مسلم")

حواشی

۱۔ کلیات اقبال، اردو نظم "طلوع اسلام" شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۳ء اور بعد، صفحہ ۲۷۰

۲۔ رزاقی، شاہد حسین (مرتب) Dicsourses of Iqbal شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۸ء، صفحہ ۳۸ (خطبہ الہ آباد)

۳۔ قرآن مجید، ۱۳:۱۱،

۴۔ کلیات اقبال، اردو قطعہ شکر و شکایت، صفحہ ۴۸۴، ۴۸۵

۵۔ کلیات اقبال، فارسی/مثنوی پس چہ باید کرد، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۷۳ء، اور بعد صفحہ ۸۴۰، ۸۴۱

۶۔ یہ غیرمطبوعہ اشعار مسودہ "پیغام مشرق" مخزونہ اقبال میوزیم، لاہور میں ہیں۔ دیکھیں مجلہ اقبال، لاہور بابت اپریل ۱۹۸۹ء میں میرا مقالہ : پیام اقبال، پیام مشرق میں

۷۔ دیکھیں پیام مشرق، حصہ نقش فرنگ کی کئی نظمیں اور نظم خضرراہ کا حصہ "سرمایہ و محنت" وغیرہ

۸۔ کلیات اقبال، فارسی/جاوید نامہ صفحہ ۶۵۹

۹۔ کلیات اقبال، اردو، نظم "طلوع اسلام" صفحہ ۲۶۸

۱۰۔ ایضاً، قطعہ "سلطانی" صفحہ ۳۲

۱۱۔ کلیات اقبال فارسی "جاوید نامہ" صفحہ ۶۶۷

۱۲۔ ایضاً، مذکورہ مثنوی صفحہ ۸۱۵

۱۳۔ کلیات اقبال، اردو، صفحہ ۲۰۶

۱۴۔ کلیات اقبال، فارسی، صفحہ ۱۲۰

۱۵۔ کلیات اقبال، اردو، صفحہ ۲۶۵

۱۶۔ ایضاً، صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۲

۱۷۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر اقبال ایک مطالعہ، لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۸۷ء صفحہ ۱۳۷ (سید جمال الدین افغانی)

۱۸۔ سلیمان ندوی، علامہ سید، سیر افغانستان طبع شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور (روشن کتابیں سیریز)

۱۹۔ ایضاً، صفحہ ۱۹

۲۰۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر جسٹس **Stray Reflections by Allama Iqbal**، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور طبع دوم ۱۹۸۷ء، صفحہ ۳۱، اصل عنوان ہے **The Future of Afghanistan**

۲۱۔ سیر افغانستان مذکورہ بالا صفحہ ۲۱۔

۲۲۔ سید عبدالواحد معینی/ محمد عبداللہ قریشی (مرتبین)، مقالات اقبال، آئینہ ادب، لاہور طبع دوم سال ۱۹۸۲ء

۲۳۔ کلیات اقبال، اردو صفحہ ۴۴۶

۲۴۔ دیکھیں کتاب پیام مشرق کی پیشکش اور اس پر اقبال کے اردو دیباچے کا آخری حصہ

۲۵۔ "پیشکش" کے آخر میں ہے

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحروبر در گوشہ دامان اوست
زانکہ ملت راحیات از عشق اوست
برگ و ساز کائنات از عشق اوست
خیز و اندر گردش آور جام عشق
قستان تازہ کن پیغام عشق

۲۶۔ کلیات اقبال، فارسی/پیام مشرق، صفحہ ۱۸۸

۲۷۔ ایضاً، نیز جاوید نامہ اور مثنوی مسافر صفحہ ۱۸۹، ۲۶۵، ۸۷۹

۲۸۔ ایضاً، صفحہ ۳۳۹

۲۹۔ Kavarkan بمعنی داماد ہے جو برصغیر میں گورگانی بن گیا۔ امیر تیمور امیر سمرقند کے داماد تھے۔

۳۰۔ کلیات اقبال، اردو/ارمغان حجاز حصہ اردو، صفحہ ۶۸۶

۳۱۔ کلیات اقبال، فارسی/زبور عجم، صفحہ ۴۰۰

۳۲۔ کلیات اقبال، اردو/بال جبریل صفحہ ۳۱۸

۳۳۔ کلیات اقبال، فارسی، صفحہ ۳۳۱

۳۴۔ ایضاً، صفحہ ۳۱۷

۳۵۔ مرزا ابوالحسن اصفہانی، انگریزی سفرنامہ Leningrad to Samarqand، کراچی، ۱۹۷۱ء، صفحہ ۹۸

۳۶۔ کلیات اقبال، اردو/بال جبریل، صفحہ ۴۴۴

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر

۳۷۔ ایضاً، صفحہ ۴۴۷

۳۸۔ کلیات اقبال، فارسی، صفحہ ۴۷۴

۳۹۔ ایضاً، صفحہ ۶۵۲

۴۰۔ ایضاً، صفحہ ۷۴۷

۴۱۔ ڈاکٹر محمد ریاض، احوال و آثار و اشعار میرسعد علی ہمدانی، اسلام آباد مرکز تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۰، طبع دوم

۴۲۔ ماخوز از ملتہائے آسیائے میانہ (تالیف ابوالحسن شیرازی، حبیب اللہ) تہران، ۳۰۰ صفحات، سال ۱۳۷۰ھ ش/۱۹۹۱ء

۴۳۔ مکتوب اقبال مورخہ ۸ فروری ۱۹۲۲ء

۴۴۔ ماخوز از آبادشابوری، "روس میں مسلمان قومیں" اور ثروت صولت "روس کے مسلمان تاریخ کے آئینے میں (۲ جلد)، مختلف صفحات

۴۵۔ کلیات اقبال، اردو صفحہ ۳۳۲

۴۶۔ دیکھیں The Monthly Dawah، بابت اپریل ۱۹۹۲، میں میرا مقالہ : اقبال، ایشیا سے کیوں مسحور تھے؟ (انگریزی)

۴۷۔ محمد رفیق افضل (مرتب)، گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، طبع ۱۹۶۹ء صفحہ

۴۸۔ کلیات اقبال، فارسی، صفحہ ۶۵۳، ۸۲۷، ۸۲۸

۴۹۔ کلیات اقبال، اردو، صفحہ ۶۵۳ تا ۶۵۵

۵۰۔ ایضاً، صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵

۵۱۔ اس ضمن میں نواب ذوالفقار علی خان کی مختصر انگریزی کتاب قابل ذکر ہے جو ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی اور جس کی ۱۹۷۷ء میں اقبال اکادمی لاہور نے تجدید طباعت کی ہے :
A voice from the East، کتاب کے ۵۸ مطبوعہ صفحے ہیں۔

۵۲ تا ۵۴ کلیات اقبال، اردو صفحات بالترتیب ۴۰۲، ۴۷۴، ۲۷۱

۵۵ تا ۵۸ کلیات اقبال، فارسی، صفحہ ۶۱۷، ۶۲۷

۵۹، ۶۰۔ "تش" آتش کے لئے مخفف کیا گیا۔

۶۱۔ کلیات اقبال، فارسی، صفحہ ۸۰۶، ۸۰۷

۶۲۔ ایضاً، صفحہ ۶۲۵

۶۳۔ قرآن مجید، سورہ بقرہ، اور یٰسین (۲:۳۰، ۷۷ : ۳۶)

۶۴۔ کلیات اقبال، فارسی صفحہ ۱۹۳،

۶۵۔ کلیات اقبال، اردو صفحہ ۶۰۷

۶۶۔ کلیات اقبال' فارسی ۸۴۰

۶۷۔ لطیف احمد شروانی (مرتب) 'Speeches Statements and Writings of Iqbal
اقبال اکادمی پاکستان' لاہور' طبع ۱۹۷۷ء' صفحہ ۲۴۲' مکتوب بنام مس فرقوہرسن (۱۹۳۷ء)

۶۸۔ کلیات اقبال' اردو صفحہ ۵۷۱' قطعہ شعاع امید

۶۹۔ ایضاً' صفحہ ۵۱۹' ۵۲۰

۷۰۔ ایضاً' صفحہ ۲۷۰' ۲۷۳' ۲۷۴' نظم طلوع اسلام

****